در کفے جامِ شریعت در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ | پشاور

الحسن

شاہ محمد غوث اکیڈمی یکہ توت پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ بیادگارِ حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

رجسٹرڈ نمبر پی ۳۶۹

پندرہ روزہ

الحسن پشاور

مدیرِ اعلیٰ
فقیر محمد امیر شاہ قادری گیلانی

منتظمِ اعلیٰ
سید غلام الحسنین قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۱۹۲ — جلد نمبر ۱۶

۱۶ اکتوبر تا ۳۱ اکتوبر سنہ ۲۰۰۰ء — رجب المرجب سنہ ۱۴۲۱ھ

مدیرِ اعلیٰ (فقیر) محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز قصہ خوانی بازار پشاور سے طبع کرکے یکہ توت پشاور سے شائع کیا۔

فہرست

نمبر شمار	عنوان	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱	شذرہ	ادارہ	۲
۲	نعت پاک	محبوب الٰہی عطا	۴
۳	تفسیر القرآن الحسنیہ	مدیرِ اعلیٰ	۵
۴	اسلام میں صوفی اور تصوف کا تصور	علامہ نور الحق قادری	۸
۵	غزل	ابو اللیث قریشی	۱۵
۶	حقوق والدین	سنبل انصار خانزادہ	۱۶
۷	استفتاء (حجِ بدل)	مفتی خلیل الرحمٰن قادری	۲۲

شذرہ

اتحادِ اہلسنت

۲۸ اکتوبر ۲۰۰۰ء کو دارالعلوم جامعہ محمدیہ رضویہ گلبرگ لاہور میں جمعیت علماء پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا جس میں قائد ملت اسلامیہ مولانا الشاہ احمد نورانی اور مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی مدظلہم العالی کے مابین ۱۱ سال بعد اتحاد کا اعلان کیا گیا۔ اس اجلاس میں مذکور ہر دو حضرات نے بنفس نفیس شرکت فرمائی اور خطاب فرمایا۔

اجلاس میں چاروں صوبوں سے مجلس شوریٰ کے ارکان نے بھی کثیر تعداد میں شرکت کی۔ صوبہ سرحد کے ارکان شوریٰ کے وفد کی قیادت جناب حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی، صوبائی صدر جمعیت علماء پاکستان صوبہ سرحد نے فرمائی۔ اس اجلاس میں جمعیت علماء پاکستان کے دونوں دھڑوں کے مابین ایک معاہدہ ہوا جس کی رو سے جمعیت کے دستور کی دفعہ نمبر ۶ میں ترمیم کر کے جمعیت علماء پاکستان کی سپریم کونسل کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جس کے چیئرمین قائد اہل سنت مولانا نورانی صاحب منتخب ہوئے ہیں جبکہ دیگر مرکزی عہدوں میں مجاہد ملت مولانا نیازی صاحب کو (متحدہ) جمعیت علماء پاکستان کا مرکزی صدر، حضرت علامہ مولانا سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی کو مرکزی سینئر نائب صدر، جبکہ جنرل سیکرٹری کے عہدہ پر جناب علامہ پروفیسر شاہ فرید الحق صاحب کو منتخب کیا گیا۔ علاوہ ازیں دیگر عہدوں کا تقرر بعد میں صدر اور جنرل سیکرٹری باہم مشورہ سے کریں گے۔

الحمدللہ علی ذالک کہ جمعیت کے دو بڑے دھڑوں کا باہم اتحاد ہوا اور اہل سنت کی کچھ تو شیرازہ بندی ہوئی ان گیارہ سالوں میں جو کہ اختلافات کی نذر ہو گئے نجانے کتنے طوفان اور آندھیاں گزر گئیں، کتنے ہی حکمرانوں کے سیاہ و تاریک دور گزرے۔ یہود و ہنود کی سازشیں اور فاسد عقائد کے حاملین کی بغاوتیں اور ہمارے اپنے بعض علماء کی حماقتیں یہ وہ حالات تھے جب کہ پاکستان کے سنی عوام اپنے آپ کو یتیم سمجھنے لگے۔ علماء اہل سنت اپنی خودساختہ اناپرستیوں کی بھینٹ چڑھتے گئے اور ٹولیوں میں بٹتے گئے جس کی نتیجہ میں کئی سنی تنظیمیں قائم ہوئی۔ جن کا جمعیت علماء پاکستان کی تفریق سے قبل سرے سے کوئی وجود ہی نہیں تھا۔

ہر جماعت اور تنظیم نے اپنے اپنے پلیٹ فارم سے کانفرنسیں منعقد کیں۔ کسی نے مینار پاکستان کو سجایا تو کسی نے ملتان کو جگمگایا، کسی نے ریلیاں اور جلوس نکالے اور کسی نے اخباری بیانات پر ہی اکتفا کیا، کسی نے دھرنے دیئے اور کسی نے مارچ کئے۔ لیکن دکھ صرف اسی بات کا تھا کہ تمام قائدین اہل سنت علماء و مشائخ، دانشور، خطباء ادباء لوگوں کو اتفاق واتحاد کی دعوت دینے والے خود کیوں جدا اور علیحدہ ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ

ہم ناسمجھ ہوں اور کم فہمی کی وجہ سے علماء اہل سنت کی اس روش کی حکمت کو نہ سمجھتے ہوں لیکن بیچارے بھولے بھالے سنی عوام کو باہم متفرق دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا تھا۔

ابن الوقت قسم کے کئی رہنما اور علماء ایوان اقتدار کی زینت بننے لگے اور حکمرانوں کے در دولت پر ماتھا ٹیکنے لگے۔ سیل حوادث کی مسلسل یورش نے تو بیچارے سنی عوام کو سنبھلنے تک موقع فراہم نہیں کیا۔ ان وجوہات کی بناء پر بد عقیدہ جماعتوں کو یہ کہنے کا موقع مل گیا کہ جس قوم کے قائدین ہی متفق نہ ہوں کیا وہ نفاذ اسلام میں کامیاب ہو گی؟ اس طرح نجانے کتنے ہی بھولے بھالے سنی ان کی سازشوں کا شکار ہوئے۔

اپنوں کی چاہتوں نے دیئے اس قدر فریب | روتے رہے لپٹ کے ہر اک اجنبی کے ساتھ

ایسے ایسے علماء و مشائخ ان آپس کے اختلافات کی نذر ہوئے جن کے مقام کو یہ باتیں زیبا نہیں تھیں۔ لیکن وہ بھی اختلافات کی "بہتی گنگا" میں ہاتھ دھونے لگے اور آپس میں ہی ایک دوسرے کی توہین و تنقیص کرتے رہے

غیر تو ہیں غیر، اپنوں کا کیا کہئے ندیم | جب کبھی موقع ملا بے آبرو کرتے رہے

ایسے المناک سانحے تو غالباً اہل سنت کی تاریخ میں کبھی واقع نہ ہوئے ہوں گے۔ آج مملکت خداداد پاکستان کے عوام کی اتنی عظیم اکثریت ٹولیوں میں بٹ چکی ہے علماء و مشائخ کو کم از کم اتنا تو سوچ لینا چاہیے کہ زندگی مختصر ہے اور موت کا کوئی علم نہیں کہ کس وقت بلاوا آجائے اور وہ سنی عوام کو یونہی مختلف فیہ چھوڑ کر چلتے بنیں

باغ جہاں سے صورت شبنم چلے گئے | کیا کیا کلاہ و مسند و پرچم چلے گئے

لہٰذا تمام علماؤ مشائخ اہل سنت اور خصوصاً جمعیت علماء پاکستان کے دیگر گروپوں سے ہماری یہ عاجزانہ التماس ہے کہ ہم ہاتھ جوڑ کر ان کی خدمت میں درخواست کرتے ہیں خدارا آپس کے اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر اہل سنت کے وسیع تر مفاد میں یکجا ہو جائیں اور باہم متحد ہو کر نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کا مطالبہ کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ دن دور نہیں جب عنان حکومت صلوٰۃ و سلام والوں کے ہاتھ میں ہو گی اور "رفعت شان رفعنا لک ذکرک" کا جلوہ اپنی پوری آب و تاب سے ظاہر ہو گا۔

اس تلخی لب و لہجہ پر کسی کو شکوہ کناں ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہم بھی آپ ہی کی طرح سنی ہیں اور جمعیت علماء پاکستان کو ایک مرتبہ پھر وہی مضبوط طاقت دیکھنا چاہتے ہیں جس نے بین الاقوامی سطح پر مہم چلا کر قادیانی مرتدوں کو پاکستان میں اقلیت قرار دلوایا تھا

اگر سیاہ دلم داغ لالہ زار تو ام | و گر کشادہ جبینم گل بہار تو ام

اگر آج سنی قائدین اور عوام متحد ہو گئے اور ان کی قوت و اکثریت کے دریا کا دھارا نفاذ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بہہ نکلا تو وہ دن دور نہیں جب

'یہ چمن معمور ہو گا نغمہ توحید سے'

(ادارہ)

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محبوب الٰہی عطاءؔ

مصطفیٰ کا جب سے ہے چہرہ نظر کے سامنے
ہر گھڑی خالق کا ہے جلوہ نظر کے سامنے

جب بھی دکھلانا ہمیں چاہا رسول اللہ نے
آ گیا ہر منظر ان دیکھا نظر کے سامنے

میری نظروں نے طوافِ گنبد خضرا کیا
آ گیا جب گنبد خضرا نظر کے سامنے

اے خدا! دیدارِ حضرت ہو کبھی مجھ کو نصیب
مصطفیٰ کا ہو رخ زیبا نظر کے سامنے

خاکِ طیبہ کا لیا بوسہ نگاہِ شوق نے
آ گیا طیبہ کا جب صحرا نظر کے سامنے

ہے عطاءؔ کی آرزو یارب! ہو جب وقتِ قضا
ہو رسول اللہ کا روضہ نظر کے سامنے

گذشتہ سے پیوستہ

تفسیر القرآن الحسنیہ

مدیر اعلیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ اِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (۲۲۷) وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ بُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (۲۲۸)

ترجمہ: اور اگر وہ طلاق دینے کا ارادہ کریں پس بے شک اللہ تعالیٰ سنتا جانتا ہے (۲۲۷) اور طلاق یافتہ عورتیں تین حیض تک اپنی جانوں پر انتظار کریں اور ان کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ چھپائیں اسے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے رحموں میں پیدا کیا ہے اگر وہ اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں اور ان کے خاوندوں کو (اس مدت میں) انہیں لوٹا دینے کا حق ہے اگر ان کا ارادہ باہمی اصلاح کا ہے اور ان عورتوں کے لئے مردوں کے مانند حق ہیں قاعدے کے مطابق اور مردوں کو ان (عورتوں) پر بڑھوتری ہے اور اللہ تعالیٰ بہت غالب حکمت والا ہے (۲۲۸)

حل لغت: عزموا: جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے، اس کا مصدر عزمٌ ہے، ارادہ کرنا، ارادہ کرے، وہ مضبوط ارادہ کرے، عزم راسخ، پکا ارادہ، پختہ ارادہ۔ الطلاق: مولانا عبدالماجد دریاآبادی الطلاق کے ضمن میں رقمطراز ہیں "طلاق نام ہے زن و شو کے باہمی تعلق کے

باضابطہ و کامل انقطاع کا"۔ قرو : حیض، ایام ماہواری۔ بعول: شوہر، خاوند۔ درجة : فضیلت، فوقیت، بڑھوتری، سیڑھی کے اوپر کا پایہ۔

تفسیر : ازدواجی زندگی میں بسا اوقات ایسے لمحے بھی آتے ہیں کہ میاں بیوی کے درمیان فساد ہو جاتا ہے اور وہ لڑائی جھگڑا ایک انتہائی صورت اختیار کر لیتا ہے جو کہ طلاق کی صورت پر منتج ہوتی ہے۔ انسانی معاشرہ میں ایسی حالت ایک المیہ ہوتی ہے جو کہ میاں بیوی کے درمیان اکثر عداوت، دشمنی اور مخاصمت کا باعث ہے۔ اسی لئے اس کو مقبوض الامور کہا جاتا ہے۔ حتی الوسع اس سے روکا گیا ہے یا پھر قیود سے پابند کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ اگر تم نے طلاق دینے کا پکا ارادہ کر ہی لیا تو یاد رکھو کہ اللہ تبارک و تعالیٰ سنتا اور جانتا ہے کہ کہیں تم زیادتی نہ کر بیٹھو تو اس کا محاسبہ اللہ تعالیٰ کرے گا۔ اس تنبیہ کے بعد اب اللہ جل جلالہ اس آیہ کریمہ میں احکام بیان کرتا ہے اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ چار احکام بیان فرما رہا ہے۔

۱: وہ عورتیں جن کو طلاق دے دی گئی ہو، تین حیض کی مدت تک دوسری شادی سے اپنے آپ کو روکے رہیں۔

۲: طلاق شدہ عورتوں کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ اس کو چھپائیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے رحموں میں لڑکی یا لڑکے کی صورت میں پیدا کیا ہے کہ اگر یہ عورتیں اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں تو ہرگز اولاد کو نہ چھپائیں۔

۳: اس انتظار کے عرصہ کے اندر اندر اگر مرد ان کو دوبارہ لوٹا دیں یعنی اپنی بیوی بنالیں تو اس کو یہ حق حاصل ہے بشرطیکہ اصلاح مقصود ہو نہ کہ ظلم و ستم۔ اس کی صورت اس طرح ہے کہ طلاق اول یعنی اول حیض میں ندامت کر کے اپنی بیوی کے ساتھ بغیر کسی بات کے رجوع کرلے

طلاق دوم میں پہلے نکاح کی مانند تجدید نکاح کرلے۔

۴: جس طرح مردوں کے حقوق ہیں اسی طرح مردوں کے ذمہ عورتوں کے حقوق بھی ہیں یعنی ان ایام میں اس کا نان ونفقہ، بود وباش شریعت اسلامیہ کے مطابق خاوند کے ذمہ ہے اس میں کوئی کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔

اور آخر میں یہ بتلایا گیا ہے کہ مردوں کو عورتوں پر فوقیت حاصل ہے۔ لہٰذا عورت کو اس کا پاس رکھنا چاہیے اور اس کے حقوق ادا کرنے چاہئیں اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت جانتا ہے۔ ان احکام میں جو بھلائیاں ہیں ان سے وہ بخوبی واقف ہے۔

صاحب تفسیر اکسیر اعظم اس آیہ کریمہ کے ضمن میں حدیث مبارکہ نقل فرماتے ہیں:

"ترمذی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مؤمنین میں کامل ایمان والے وہ ہیں جو حسن خلق میں احسن ہوتے ہیں اور اچھے تم میں سے وہ لوگ ہیں جو اپنی عورتوں کے ساتھ اچھے ہوں" ۱۔

نیز وللرجال علیهن درجة کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"اس لئے کہ مردوں کو حاکم بنایا گیا ہے اور عورتوں پر ان کی اطاعت واجب کی گئی ہے" ۲۔

۱۔: تفسیر اکسیر اعظم، مولانا محمد احتشام الدین مراد آبادی، جلد ثالث جزو دوم صفحہ ۵۷، مطبوعہ مطبع احتشامیہ مراد آباد ۱۳۱۲ھ۔

۲۔: ایضاً

(جاری ہے)

اسلام میں صوفی اور تصوف کا تصور

شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد نور الحق قادری مدظلہ العالی
مہتمم دار العلوم جنیدیہ غفوریہ حیات آباد پشاور

ابتدائے آفرینش سے تمام ادیان کے سچے پیروکاروں نے ہمیشہ دنیوی عیش و آلائشوں سے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے نہایت سادگی سے اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسولوں (علیہم السلام) کی تعلیمات کی روشنی میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی بندگی کی اور انسانیت کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف رکھا۔ ان کا لباس بدن کی پردہ پوشی اور خوراک زندہ رہنے کی حد تک تھا کیونکہ ان کی زندگی کا واحد مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا رہا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے بعثت کے بعد اپنی امت مبارکہ کے لئے قرآن پاک کی روشنی میں زندگی کے تمام شعبوں کے لئے ایک ضابطہ کار مقرر فرمایا جس میں عبادات، خوارک و پوشاک حقوق ازواج، کاروبار زندگی، غرض حقوق اللہ اور حقوق العباد کی سبھی شعبے شامل تھے اور اس سلسلہ میں خود سادہ زندگی پسند فرماتے تھے اور اپنی امت کو بھی سادہ زندگی کا درس دیا۔ فرمایا کہ "فقر میر الفخر ہے اور فقر مجھ سے ہے" چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت نے آپ کا اتباع فرمایا اور ان کے بعد تابعین پھر تبع تابعین اور ان کے بعد علماء مسترشدین کے ذریعہ آپ ﷺ کی ساری تعلیمات ہم تک پہنچیں ان تمام تعلیمات کا اصل ماخذ قرآن پاک، احادیث مبارکہ اور آپ ﷺ کی عملی زندگی تھا۔

آپ ﷺ کی امت میں جو نفوس قدسیہ نہایت سادگی، فقر اور عاجزی سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے میں کوشاں رہے اور خلائق کی بجائے خالق سے اپنا رابطہ استوار رکھا اور خلق سے اپنا ربط ان حدود کے اندر رکھا جہاں اللہ تبارک و تعالیٰ ان سے راضی و خوش ہو۔ ان نفوس قدسیہ کو عقیدت واحترام کے جن القابات سے پکارا گیا ان میں ایک عام لفظ "صوفی" بھی

ہے جس کی جمع اصفیاء ہے اور شریعت مطہرہ کے مطابق اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کی رضا اور خوشنودی کے لئے انہوں نے جو راہ متعین کی اسے "تصوف" کا نام دیا گیا جسے طریقت کی راہ بھی کہا جاتا ہے۔

یہ بات وثوق سے نہیں کہی جاسکتی کہ بزرگان دین کے لئے صوفی کا لقب اور ان کے ذکر و اذکار رشد وہدایت اور مشاغل کے لئے تصوف کی اصطلاح کب اور کہاں سے رائج ہوئی تاہم مشہور محقق ڈاکٹر عبدالمجید سندھی کی تحقیق کے مطابق سب سے پہلے جس بزرگ کو صوفی کا لقب سے پکارا گیا وہ ابوہاشم کوفی رحمۃ اللہ علیہ تھے جنہوں نے ۱۶۱ھ / ۷۷۷ء میں رحلت فرمائی۔ حضرت ابوہاشم کوفی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد بھی تھے۔ ڈاکٹر عبدالمجید سندھی کے مطابق تصوف کے موضوع پر سب سے پہلی جامع کتاب "التعرف لمذہب اہل التصوف" جس کے مصنف امام ابوبکر بن اسحٰق الکلاباذی ہیں جو چوتھی صدی ہجری کے مشہور صوفی بزرگ تھے۔

محققین نے لفظ صوفی کی کئی توجیہات بیان کی ہیں کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ صوفی کا لفظ "صوف" سے مشتق ہے جو ایک قسم کا سادہ کھردرا اونی لباس ہے جو سادگی، ترک دنیا اور قناعت کی علامت سمجھا جاتا ہے بعض محققین نے کہا ہے کہ جن بزرگوں کی زندگی اصحاب صفہ کی زندگی کا مرقع ہوا نہیں صوفی کہا جاتا ہے۔

اصحاب صفہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ستر صحابہ کرام تھے جنہوں نے عام زندگی میں دنیوی تعلقات کو ختم کر کے "فقر الی اللہ" اختیار کیا تھا وہ صرف ایک کپڑے میں زندگی گذارتے تھے اور انہیں کبھی دو قسم کا کھانا نصیب نہیں ہوا تھا۔ وہ مسجد نبوی کے قریب ایک صفہ (چبوترہ) پر قیام پذیر رہتے ہوئے حضور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات سے مستفید ہوتے اور دن رات عبادت الٰہی میں مشغول رہتے آپ ﷺ کو ان سے بڑی محبت تھی انہیں اہل صفہ اور اصحاب صفہ کہا جاتا تھا۔

بعض محققین نے لفظ صوفی کا ماخذ "صفا" کو قرار دیا ہے یعنی صوفی وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ

نے دل کی صفائی عطا کی ہو۔ مشہور صوفی بزرگ سید علی ہجویری المعروف بہ حضرت داتا گنج بخش لاہوری، حضرت امام قشیری، حضرت امام ابو بکر الکلابازی، حضرت بشر بن حارث، حضرت شیخ ابو نصر سراج اور سید احمد رفاعی رحمہم اللہ نے اس توجیہہ یعنی صفائے باطن کی تائید کی ہے اور تصوف کے معنی صفائی لیے ہیں یعنی جس کا باطن تمام کدورتوں سے صاف ہو۔

حضرت شیخ ابو نصر سراج نے اپنی کتاب "اللمع" میں ایک جگہ مسلسل مجاہدہ نفس، مخالفت خواہشات اور نفس امارہ سے دشمنی کو تصوف کا نام دیا ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب میں ایک حدیث شریف نقل کی ہے جس میں کہا گیا کہ جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے "یہ نفس امارہ ہی تو وہ بدترین دشمن ہے جو تیرے پہلو میں موجود ہے"

حضرت ابو علی قزوینی، ابو محمد الجریری اور محمد بن قصاب رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف کو حسن اخلاق کا نام دیا ہے۔ اسی طرح علامہ کتانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تم میں سے جو شخص حسن اخلاق میں زیادہ ہے وہ دل کی صفائی میں بھی زیادہ ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "المنقذ من الضلال" میں لکھا ہے کہ صوفیاء کے علوم کا مقصد "نفس کو ضابطہ میں رکھنا، برائیوں اور خراب عادتوں سے پاک وصاف رہنا، دل کو غیر اللہ سے دور رکھنا اور اسے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ذریعہ پاک وصاف رکھنا ہے"۔ لہٰذا ان اقوال کی روشنی میں ہم مختصراً تصوف اور صوفی کا تعارف یوں پیش کریں گے کہ "تصوف دل کی پاکیزگی، ظاہر کی صفائی، تزکیہ نفس، حسن اخلاق اور ذکر اللہ کا نام ہے اور جو لوگ ان اوصاف حمیدہ پر سچے دل سے عمل پیرا ہوں وہ صوفی کہلاتے ہیں"۔

تمام حق پرست صوفی بزرگوں کا قول و فعل اور متفقہ مذہب ہے کہ ایک کامل صوفی کی زندگی شریعت اور طریقت کا مرقع ہوتی ہے کیونکہ شریعت طریقت کا لباس ہے اور شریعت کے بغیر یہ گمراہی اور ضلالت ہے، تمام صوفیائے حق نے تزکیہ نفس اور اخلاق حسنہ پر توجہ دی ہے اور یہی قرآنی تعلیمات کا بھی خلاصہ ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ مجھے بہترین اخلاق کی تعلیم کے لئے بھیجا۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا

ہے کہ "بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہیں" اسی طرح آپ ﷺ کے منصب کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "اور انہیں پاک وصاف کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے" مشہور صوفی بزرگ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نے سمجھایا ہے کہ تصوف کی تعلیم کا ماخذ نبی کریم ﷺ کی تعلیم ہے۔ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو جتنا زیادہ حصہ متابعت رسول ﷺ سے حاصل ہوگا اتنا ہی زیادہ حصہ اسے اللہ تعالیٰ کی محبت سے نصیب ہوگا۔

یہ قول معروف صوفی بزرگ سیدنا حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ شریعت کے بغیر طریقت زندیقیت ہے جو لوگ شریعت کی پابندی نہیں کرتے اور تصوف کا لبادہ اوڑھ کر عجیب وغریب لباس اور حرکتوں سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں تصوف سے ان کا واسطہ دور کا بھی نہیں۔ اگر وہ اپنی حرکتوں کے دوران کوئی حیران کن یا خرق عادت کام کر دکھائیں تو ان کا یہ کام استدراج کہلائے گا جو غیر شرعی اور گمراہی ہے۔

حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے جس کے داہنے ہاتھ میں قرآن پاک اور بائیں ہاتھ میں سنت نبوی ﷺ ہو۔ فرماتے ہیں کہ شریعت یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت کرے، طریقت یہ ہے کہ تو اس کو طلب کرے اور حقیقت یہ ہے تو اس کو دیکھے۔ آپ کی اس بات کی تائید اس مشہور حدیث شریف سے ہوتی ہے کہ تم نماز کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور اس طرح کھڑے ہو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ سکتے تو وہ تو تم کو دیکھتا ہی ہے اور جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اولیائے کرام کی تعریف میں ارشاد فرمایا "یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں اور انہوں نے تقویٰ اختیار کیا ہے" اس سے قبل تقویٰ دار لوگوں کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "یہ لوگ غیب پر ایمان رکھتے اور نماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق سے خرچ کرتے ہیں"۔ اس سلسلہ میں حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قول ہے "اگر تم کسی کو ہوا میں اڑتا ہوا دیکھ لو تو اس پر فریفتہ مت ہو جاؤ جب تک کہ یہ نہ دیکھ لو کہ وہ امر و نہی، حفظ وحدود اور آداب شریعت کا پابند ہے"

تصوف کی اصطلاحات میں ایک لفظ بیعت ہے جس کا عام مفہوم عہد و پیمان کے ہیں۔ بیعت قرآن و حدیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ کوئی طالب حق اپنے شیخ کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ کی حدود کے اندر اوامر و نواہی کا عہد کرے۔ صوفیاء کرام کے نزدیک طالب کے لئے کسی کامل مرشد کے ہاتھ پر بیعت ضروری ہے جس کے بغیر گوہر مقصود تک پہنچنا بہت مشکل ہے اور اس لئے بھی کہ بغیر رہنما کے اس راہ میں بھی گمراہ ہونے کا خطرہ ہے اسی لئے تو حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا من لا شیخ لہ فشیخہ الشیطان یعنی جس کا کوئی شیخ نہیں ہوتا تو اس کا شیخ یا رہنما شیطان بن جاتا ہے۔

سلاسل طریقت: یہ بات یاد رکھنی چاہئے تصوف کا اصل منبع اور بنیاد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے جن کے بعد یہ سلسلہ سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور زیادہ تر سیدنا حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ذریعہ آگے بڑھا اور سیدنا حضرت خواجہ حسن بصری، سیدنا حضرت سلمان فارسی اور سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بعد تصوف و طریقت کا یہ سلسلہ جوں جوں آگے بڑھتا گیا اس کے ساتھ ساتھ اہل تصوف نے اپنے اپنے حلقہ ارادت سے تعلق رکھنے والے طالبان حق کے لئے ان کے علمی اور ذہنی وسعت، طبعی میلانات و رجحانات کے پیش نظر ان کے لئے اسباق طریقت وضع کئے اس کے بعد ایک دور ایسا آیا کہ بعض اہل طریقت و تصوف کے مابین اسباق طریقت اور اسلوب ذکر و فکر میں واضح فرق نظر آیا اور اس طرح جس پاکیزہ ہستی نے اپنے تلامذہ کے اسباق طریقت کا جو اسلوب مقرر فرمایا اس کی نسبت اسی بزرگ ہستی کی طرف کی گئی بلکہ اکثر اوقات تو اہل تصوف نے اسلوب طریقت میں تو اپنے پیش روہی کی تقلید فرمائی لیکن خود میدان طریقت میں اس حد تک شہرت حاصل کی کہ وہ طریقہ اس صاحب کے نام نامی یا لقب سے مشہور ہوا۔ اس لحاظ سے جو سلاسل طریقت زیادہ مشہور ہوئے ان میں قادری، چشتی، سہروردی، نقشبندی، قلندری اور اویسی شامل ہیں۔ علاوہ ازیں جتنے بھی دیگر سلاسل ہیں ان میں سے اکثر کی بنیاد مذکورہ بالا پہلے تین سلسلے ہیں۔ یہاں شائقین منزل

تصوف کی معلومات کے لئے مذکورہ مشہور سلاسل کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

سلسلہ عالیہ قادریہ : اس سلسلہ کی نسبت سردار الاصفیاء غوث اعظم، پیر پیراں، میر میراں، محی الدین حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے نام نامی (عبد القادر) سے ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا سلسلہ طریقت بارہ واسطوں سے سیدنا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ملتا ہے۔ آپ کے مرشد کا نام حضرت شیخ ابو سعید مخزومی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت یکم رمضان المبارک ۴۷۰ھ (۱۸ مارچ ۱۰۷۸ء) کو ایران کے ایک شہر جیلان میں ہوئی۔ اور ۱۱ ربیع الثانی ۵۶۱ھ/۱۴ فروری ۱۱۶۶ء کو بغداد شہر میں آپ نے اس دار فانی سے کوچ کیا۔ آپ سے قبل یہ سلسلہ مبارک حضرت شیخ حبیب عجمی کی نسبت سے عجمیہ، حضرت شیخ معروف کرخی کی نسبت سے کرخیہ، حضرت شیخ سری سقطی کی نسبت سے سقطیہ، حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے نام کی نسبت سے جنیدیہ اور حضرت شیخ ابو الفرح طرطوسی کے قصبہ طرطوس کی نسبت سے طرطوسیہ کہلاتا تھا۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ : اس سلسلہ کے بانی حضرت خواجہ ابو اسحٰق چشتی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو خراسان کے شہر چشت کے رہنے والے تھے۔ آپ کو آپ کے مرشد سیدنا حضرت ممشاد دینوری بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ چشت کا لقب دیا جسے اتنی شہرت ملی کہ آپ کے بعد آپ کا سلسلہ اسی لقب کی نسبت سے چشتی کہلایا۔ آپ کا سلسلہ آٹھ واسطوں سے سیدنا حضرت علیؓ سے ملتا ہے۔ آپ نے ۳۲۹ھ/۹۴۰ء میں چشت میں وفات پائی۔ برصغیر پاک و ہند میں چشتی سلسلہ کو حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے بہت شہرت ملی جو اس سلسلہ کے سولہویں صوفی بزرگ تھے۔ آپ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ آپ ۵۳۴ھ/۱۱۳۹ء کو شہر سجستان ایران میں پیدا ہوئے اور ۱۲ رجب المرجب ۶۳۲ھ/۱۲۳۵ء کو اجمیر شریف ہندوستان میں واصل حق ہوئے۔

صوفیاء چشت کو سماع سے بہت دلچسپی ہوتی ہے کیونکہ خود حضرت ابو اسحاق چشتی رحمۃ اللہ علیہ سماع کے بہت شوقین تھے۔ یہ سلسلہ مبارک حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے بعد حضرت خواجہ شیخ نظام الدین اولیاء کے نام مبارک کی نسبت سے چشتیہ نظامیہ اور حضرت شیخ علاء الدین علی احمد صابر کلیری کے نام مبارک کی نسبت سے چشتیہ صابریہ بھی کہلاتا ہے جن کے پیروکار پورے برصغیر میں پھیلے ہوئے ہیں۔

سلسلہ عالیہ سہروردیہ: اس سلسلے کو حضرت شیخ ابو النجیب عبدالقاہر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے سلسلہ سہروردیہ کہتے ہیں، اس سلسلہ کو آپ کے بھتیجے حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے شہرت دوام عطا کیا۔ یہ سلسلہ آپ سے قبل جنیدیہ کہلاتا تھا جس کی نسبت حضرت شیخ جنید بغدادی کے نام نامی سے ہے۔

حضرت شیخ عبدالقاہر سہروردی کی ولادت عراق کے شہر سہرورد میں ۴۹۰ھ / ۱۰۹۷ء میں ہوئی جو کرد مسلمانوں کا علاقہ ہے۔ آپ شیخ احمد الغزالی کے مرید تھے۔ آپ نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے بھی روحانی فیض حاصل کیا۔ آپ ۵۶۴ھ / ۱۱۶۸ء کو بغداد شریف عراق میں فوت ہوئے۔

حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ ۵۳۹ھ / ۱۱۴۵ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنے چچا کے علاوہ حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روحانی فیض حاصل کیا اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی آپ سے بڑی محبت تھی۔

فارسی زبان کے مشہور صوفی بزرگ شاعر حضرت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی آپ کے خلفاء میں سے تھے۔ آپ کے ایک مشہور و معروف خلیفہ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی تھے جن کے ذریعہ آپ کا سلسلہ برصغیر میں پھیلا۔ اس سلسلہ کو آپ کے خلفاء نے مختلف ناموں سے پھیلایا مثلاً کبرویہ، شطاریہ، اور فردوسیہ وغیرہ۔ آپ نے تصوف کے موضوع پر بے شمار کتابیں لکھیں۔

(جاری ہے)

غزل

ابو لیث قریشی

اتنی مشکل میں بھی احباب نہ ڈالیں مجھ کو
کہ سنبھلنا بھی نہ چاہوں تو سنبھالیں مجھ کو

غمِ دوراں، غمِ جاناں، غمِ جاں ایک ہوئے
ڈر رہا ہوں یہ کہیں مار نہ ڈالیں مجھ کو

منفرد میری طبیعت ہے، یہ حالات کہیں
روشِ عام کے سانچے میں نہ ڈھالیں مجھ کو

میں تو اس پر بھی ہوں راضی کہ ترے شہر کے لوگ
میرے بنتے نہیں، اپنا ہی بنا لیں مجھ کو

آپ مجھ سے کسی تعبیر کی پھر بات کریں
پہلے اس خواب تمنا سے جگا لیں مجھ کو

نہیں معلوم کہ کل تک میں رہوں یا نہ رہوں
مہرباں آج ہی جی بھر کے ستا لیں مجھ کو

گردشوں کے لئے اب تک تو یہ ممکن نہ ہوا
کسی صورت مرے محور سے ہٹا لیں مجھ کو

ان بلندی کے مکینوں کو میسر ہی نہیں
لیثؔ وہ ہاتھ جو پستی سے اٹھا لیں مجھ کو

حقوق والدین

سنبل انصار خانزادہ

شعبہ علوم اسلامی جامعہ کراچی

حقوق والدین سے مراد وہ آداب و فرائض ہیں جو اپنے والدین کے لئے اولاد پر لازماً عائد ہوتے ہیں۔ والدین کا اولاد سے سب سے زیادہ گہرا تعلق ہوتا ہے اس لئے ان کے حقوق میں ان کا درجہ، احترام و محبت، اطاعت و خدمت، حسن سلوک و دعائے مغفرت اور ان کے اقرباء سے سلوک سب سے زیادہ رکھے گئے ہیں۔ ان موضوعات کو الگ الگ بیان کیا گیا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

والدین کا درجہ : مسلمان کا سب سے زیادہ تعلق تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ہوتا ہے باقی دنیوی رشتہ داریوں میں والدین کا درجہ سب سے بلند ہے۔ قرآن مجید میں ہر جگہ والدین کے حق کو توحید کے حکم کے بعد بیان کیا گیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ خدا کے بعد بندوں کے حقوق میں سب سے مقدم حق والدین کا ہے۔ سورہ لقمٰن کے دوسرے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے ادائے شکر کے حکم میں انسان کے والدین کو خود اپنے ساتھ شامل کر لیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے ان اشکر لی ولوالدیک یعنی تو میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کر۔

ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

"خدا کی رضامندی والد کی رضامندی میں اور خدا کی ناخوشی والد کی ناخوشی میں ہے" (ترمذی)

دوسری حدیث میں ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! والدین کا اولاد پر کیا حق ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "وہ تیرے لئے جنت بھی ہیں اور دوزخ بھی" (ابن ماجہ)

اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک جنت میں پہنچا دیتا

ہے اور ان کے ساتھ برا سلوک دوزخ میں لے جاتا ہے، والدین کے درجات میں ماں کا درجہ باپ کے درجہ سے بھی بڑھا ہوا ہے کیونکہ باپ کی نسبت ماں بچے کے لئے زیادہ مصیبتیں کاٹتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری محبت کے لئے کون شخص زیادہ مناسب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تیری ماں" اس نے عرض کیا پھر کون؟ فرمایا "تیری ماں" اس نے عرض کیا پھر کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تیری ماں" اس نے عرض کیا پھر کون؟ فرمایا "تیرا باپ" ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ آپ نے فرمایا "تیری ماں، پھر تیری ماں، پھر تیری ماں، پھر تیرا باپ، پھر تیرا اقربی عزیز، پھر تیرا اقربی عزیز" (بخاری و مسلم)

اسلام میں جہاد (اللہ کی خاطر جنگ کرنا) تمام عبادات سے افضل ہے لیکن والدین کی خدمت کو جہاد پر بھی ترجیح حاصل ہے۔

احترام و محبت: سورہ بنی اسرائیل کی آیات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

لا تجعل مع الله الها آخره فتقعد مذموماً مخذولا (۲۲) وقضى ربك الا تعبدوا الا اياه و بالوالدين احساناً اما يبلغن عندك الكبر احدهما او كلهما فلا تقل لهما اف ولا تنهرهما و قل لهما قولاً كريما (۲۳) و اخفض لهما جناح الذل من الرحمة و قل رب ارحمهما كما ربيني صغيرا (۲٤) سوره بني اسرائيل

ترجمہ: اے سننے والے! اللہ کے ساتھ دوسرا خدا نہ ٹھہرا کہ تو بیٹھ رہے گا مذمت کیا جاتا بے کس (۲۲) اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اگر تیرے سامنے ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے ہوں نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا (۲۳) اور ان کے لئے عاجزی کا بازو بچھا، نرم دلی سے اور عرض کر اے میرے رب! تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے چھٹپن (بچپن) میں پالا (۲۴) (کنز الایمان)

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ اللہ کے بعد انسانوں میں سب سے مقدم حق والدین کا ہے

اولاد کو چاہیے کہ وہ والدین کے مطیع، خدمت گذار اور ادب شناس ہوں جس طرح بچپن میں ماں باپ ان کی پرورش اور ناز برداری کر چکے ہیں بالکل اسی طرح اولاد بھی بڑھاپے میں والدین کی خدمت کرے بلکہ ان کی زیادتی تک کو برداشت کرتے ہوئے خدمت کرے آیات کے الفاظ صرف اخلاقی سفارش ہی نہیں ہیں بلکہ انہی کو بنیاد بنا کر والدین کے وہ شرعی حقوق و اختیارات مقرر ہوئے ہیں جن کی تفصیلات حدیث وفقہ میں ملتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو بیٹا ماں باپ کی طرف محبت و رحمت کی نظر سے دیکھے اللہ تعالیٰ اس کے حساب میں ہر نظر کے بدلے ایک مقبول حج لکھتا ہے۔ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ اگر چہ دن بھر میں سو مرتبہ دیکھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ہاں، خدا بزرگ تر اور پاک تر ہے" (بیہقی)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اپنے ماں باپ کو گالی دینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آدمی اپنے ماں باپ کو گالی دے سکتا ہے؟ (صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مطلب یہ تھا کہ یہ بہت بڑی بات ہے کسی کو کیسے جرأت ہو سکتی ہے کہ والدین کو گالی دے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ہاں کوئی شخص کسی کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اپنے ماں باپ کو گالی دیتا ہے" (بخاری و مسلم)

اطاعت وخدمت : ادب واحترام کے تحت والدین کی خدمت بہر حال ہوتی رہے گی لیکن دین کے خلاف اگر وہ حکم دیں تو اس میں ان کا کہا نہیں ماننا چاہیے۔ سورہ عنکبوت کی آٹھویں آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

و وصینا الانسان بوالدیه حسنا و ان جاهدك لتشرك بی ما لیس لك به علم فلا تطعهما الی مرجعكم فانبئكم بما كنتم تعملون (سورہ العنکبوت آیت نمبر ۸)

ترجمہ: اور ہم نے آدمی کو تاکید کی اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کی اور اگر وہ تجھ سے کوشش کریں کہ تو میرا شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں تو تو ان کا کہنا مان، میری ہی طرف تمہارا

پھرنا ہے، تو میں بتادوں تمہیں جو تم کرتے تھے۔ (کنزالایمان)

اطاعت و خدمت کی ایک بے نظیر مثال یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے عزیز بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربان کر رہے ہیں تو انہوں نے اگلے روز بیٹے سے فرمایا کہ بیٹا میں نے خواب دیکھا ہے تم بھی سوچ لو کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ سعادت مند بیٹے نے فوراً کہا آپ کو جو حکم ملا ہے تعمیل کیجئے انشاء اللہ آپ مجھے صابر ہی پائیں گے۔

حسن سلوک: والدین نے بچے کو اس قدر محنت اور مشقت سے جنا اور پالا پوسا ہوتا ہے کہ ان کے سلوک کا بدلہ اتارنا اولاد کے لئے ناممکن ہے۔ ساری عمر بھی اگر والدین کی خدمت کی جائے تو کم ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بیٹا اپنے باپ کے احسانات کا بدلہ نہیں اتار سکتا مگر اس صورت میں کہ باپ کو کسی کا غلام پائے اور اس کو خرید کر آزاد کردے (مسلم، مشکوٰۃ، کتاب الیقین)

معاویہ بن جاہمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جاہمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جہاد پر جانے کا ارادہ رکھتا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ لینے آیا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ماں کی خدمت کر اس لئے کہ جنت ماں کے قدموں میں ہے" (احمد، نسائی، بیہقی)

بہز بن حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کس کے ساتھ نیک سلوک کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اپنی ماں کے ساتھ" میں نے پھر عرض کیا اس کے بعد؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا "اپنی ماں کے ساتھ" میں نے پھر عرض کیا اس کے بعد؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اپنی ماں کے ساتھ" میں نے پھر عرض کیا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اپنے باپ کے ساتھ اور پھر جو زیادہ قریب ہو اس کے ساتھ اور پھر جو اس سے قریب ہو" (ترمذی، ابوداؤد)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری ماں (مکہ سے مدینہ) آئیں اور وہ مشرک تھیں اور وہ زمانہ تھا جب کہ قریش سے حدیبیہ کی صلح ہو چکی تھی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میری ماں میرے پاس آئی ہے اور اسے اسلام سے کوئی رغبت نہیں، تو کیا میں اس سے نیک سلوک کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں اس سے نیک سلوک کرو" (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص والدین کا حق ادا کرنے میں خدا کا مطیع ہوتا ہے اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر والدین میں ایک زندہ ہوتا ہے تو ایک دروازہ کھل جاتا ہے اور جو شخص والدین کے حق میں خدا کا نافرمان ہوتا ہے تو ایک دروازہ کھل جاتا ہے اس شخص نے عرض کیا اگرچہ والدین اس پر ظلم کریں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگرچہ ظلم کریں، اگرچہ ظلم کریں، اگرچہ ظلم کریں۔" (بیہقی)

دعائے مغفرت: والدین کی وفات کے بعد بھی اگر ان کی اولاد نیک زندگی بسر کرتی رہے تو یہ گویا ان کے لئے صدقہ جاریہ (باقی رہنے والی خیرات) کی حیثیت رکھتا ہے۔ خود قرآن میں والدین کے لئے دعا کرتے رہنے اور ان دعاؤں کا ذکر ہے جو پچھلے انبیاء نے اپنے والدین کے لئے ہیں۔ سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۲۴ میں ارشاد ہوتا ہے

واخفض لهما جناح الذل من الرحمة و قل رب ارحمهما كما ربيني صغيرا

یعنی اور اپنے والدین کے لئے خاکساری کا پہلو جھکائے رکھنا اور دعا کرتے رہنا کہ اے پروردگار جس طرح انہوں نے مجھے کم سنی میں پالا تھا اسی طرح تو بھی ان پر رحم کر۔

سورہ ابراہیم میں ہے

ربنا اغفرلی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب (سورہ ابراہیم آیت نمبر ۴۱)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار مجھے اور میرے والدین اور تمام مومنوں کو قیامت کے دن بخش دیجیو۔

ابی اسید ساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ قبیلہ

بنی سلمہ کا ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا ماں باپ کے مرنے کے بعد بھی میں کوئی نیکی کر سکتا ہوں ؟ آپ نے فرمایا "ہاں ان کے لئے دعا واستغفار کرنا اور ان کے بعد ان کے عہد و پیمان پورے کرنا اور ان کے رشتہ داروں سے انہیں کی رضامندی اور خوشی کے لئے صلہ رحمی کرنا اور ان کے دوستوں کی عزت کرنا" (ابوداؤد، ابن ماجہ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "کہ بندے کے والدین یا ان میں سے ایک مر جاتا ہے اور وہ ان کا نافرمانبردار ہوتا ہے پھر وہ ان کے لئے دعا اور استغفار کرتا رہتا ہے حتی کہ اللہ تعالیٰ اس کو سعادت مندوں میں لکھ لیتا ہے"

اقرباء سے سلوک : والدین کی نسبت سے ہی چچا، پھوپھی، ماموں خالہ اور اس طرح کے دوسرے رشتہ دار ہوتے ہیں اور ان سب سے نیک برتاؤ اور صلہ رحمی گویا والدین کو خوش رکھنا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی رضا یہ ہے کہ والدین کی وفات کے بعد بھی والدین کے رشتہ داروں حتی کہ ان کے دوستوں کی بھی عزت و تعظیم ہو اور ان کے ساتھ عمدہ سلوک ہو ایسا کرنے سے والدین کی روحوں کو سکون ملتا ہے اور انہیں ثواب پہنچتا ہے اوپر والی حدیث میں بیان ہوا ہے کہ والدین کی وفات کے بعد ان کے رشتہ داراں اور دوستوں سے نیک سلوک کرنا گویا ماں باپ سے نیک سلوک کرنا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں ایک بڑے گناہ میں مبتلا ہوں کیا میرے لئے توبہ ہے ؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "کیا تیری ماں زندہ ہے" اس نے عرض کیا "نہیں" آپ ﷺ نے فرمایا "کیا تیری خالہ موجود ہے ؟" اس نے عرض کیا کہ "ہاں موجود ہے" آپ ﷺ نے فرمایا "اس کے ساتھ نیکی واحسان کر"

اس سلسلہ میں بنیادی بات یہ ہے کہ والدین کی اطاعت خدمت کرنا بچوں پر فرض ہے بشرطیکہ وہ بچوں کو شرک یا غیر دینی کاموں کا حکم نہ دیتے ہوں کیونکہ سب سے بڑا حق اللہ تعالیٰ کا ہے اس لئے غیر دینی بات نہیں مانی جائے گی باقی امور میں ان کی پوری خدمت کرنا فرض ہے۔

استفتاء

(حج بدل)

مفتی خلیل الرحمٰن قادری گلوزوی

مہتمم وخطیب جامع مسجد حاجی آباد شکر پورہ پشاور۔

علماء دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں؟

ایک مولوی صاحب نے دوران وعظ فرمایا کہ اگر کوئی شخص معذور ہو اور خود حج ادا نہ کر سکے اور حج بدل کروائے تو وہ ایسے شخص کو اپنی طرف سے حج ادا کرنے کے لئے بھیجے جس نے پہلے خود حج ادا کیا ہو اگر ایسے شخص کو اپنی طرف سے حج ادا کرنے کے لئے بھیجے گا جس نے خود حج ادا نہ کیا ہو تو اس بھیجنے والے کی طرف سے حج ادا نہ ہوگا۔ دلیل کے طور پر انہوں نے کہا کہ حجۃ الوداع میں ایک عورت کسی کے لئے لبیک کہہ رہی تھی تو حضور ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تم نے خود اپنا حج کیا ہے؟ اس عورت نے کہا کہ نہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ پہلے تم اپنے لئے حج کرو پھر دوسرے کی طرف سے کرو۔ اس مسئلہ کی صحیح صورت حال کیا ہے؟ ازراہ کرم پوری وضاحت کے ساتھ مدلل جواب ارقام فرما کر مشکور فرماویں۔ بینوا توجروا عند اللہ

المستفتی: سید یاسر بخاری گلبہار نمبر ا پشاور شہر۔

الجواب

واضح ہو کہ حج ارکان اسلام میں ایک اہم رکن ہے لیکن فقیر مفلس اس سے بری الذمہ ہے اور غنی مالدار پر فرض ہے جو رفت و آمد کی استطاعت رکھتا ہو اور درمیانی عرصہ میں اہل وعیال کو نان ونفقہ بھی دے سکتا ہو۔ اس بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا -- سورۃ آل عمران)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کے لئے فرض ہے لوگوں پر حج اس گھر کا جو طاقت رکھتا ہو وہاں تک پہنچنے کی۔

اس آیت شریف کی تفسیر حاشیہ نمبر ۱۰۳ میں یوں ہے "حج کی فرضیت کے متعلق سورہ بقرہ میں بیان گذر چکا ہے۔ استطاعت سبیل سے مرادیہ ہے کہ زاد سفر بھی ہو، راہ بھی پر امن ہو اور صحت، سفر کی مشقتیں بھی برداشت کر سکتی ہو۔ (تفسیر ضیاء القرآن، جلد نمبر ۱، صفحہ ۲۵۵)

اور سورہ بقرہ میں فرضیت حج کے بارے جو آیت نازل ہے وہ یہ ہے واتموا الحج والعمرۃ للہ (سورہ بقرہ) یعنی اور پورا کرو حج اور عمرہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے۔

اس آیت کی تفسیر میں حاشیہ نمبر ۲۳۹ پر تحریر ہے

"عرب قدیم زمانے سے حج کیا کرتے تھے لیکن ان کے نزدیک حج ایک میلہ یا تجارتی منڈی بن کر رہ گیا تھا۔ عبادت کا پہلو تو بالکل ختم ہو گیا تھا۔ یا اتنا غیر اہم ہو کر رہ گیا تھا کہ اس کا کوئی اثر ہی محسوس نہیں کیا جاتا تھا لوگ آتے سیر و تفریح کر جاتے۔ شاعر اپنے قصائد اور خطیب اپنے آتشیں خطبے سنا کو لوگوں کے دلوں پر اپنی فصاحت وبلاغت کا سکہ جماتے اور چلے جاتے۔ چند روز تجارت کا بازار بھی خوب گرم رہتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حج و عمرہ کرو لیکن اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی رضا جوئی کے لئے یعنی پورے آداب وشرائط کے ساتھ پورے اخلاص و حسن نیت کے ساتھ --انتہی" (تفسیر ضیاء القرآن، جلد ۱، صفحہ ۱۳۵)

قرآن کریم میں ایک اور جگہ ارشاد خداوندی ہے

و اذن فی الناس باالحج یا توك رجالا و علیٰ کل ضامر یاتین من کل فج عمیق (سورہ الحج)

ترجمہ: اور اعلان عام کر دو لوگوں میں حج کا وہ آئیں گے اپ کے پاس پا پیادہ اور ہر دبلی اونٹنی پر سوار ہو کر جو آتی ہیں ہر دور دراز راستہ سے۔ (تفسیر القرآن جلد اصفحہ ۲۱۰)

اس آیت کی تفسیر میں حاشیہ نمبر ۳۲۰ میں ہے

"حضرت ابراہیمؑ جب کعبہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو حکم ملا اے ابراہیم (ع)! اب اعلان کر دو کہ خدا کا گھر تیار ہو گیا ہے خدا کے بندو آؤ اور حج کرو آؤ اور فریضہ حج ادا کرو، انہوں نے عرض کی الہی میری آواز کہاں تک پہنچے گی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا واذن و علی الابلاغ تم اعلان کرو اس آواز

کو پہنچانا میرا کام۔ چنانچہ آپ جبل ابی قبیس پر تشریف لے گئے اور حج کا اعلان فرمایا جو لوگ ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے انہوں نے بھی اس اعلان کو سن کر لبیک اللھم لبیک کہا جس نے دعوت ابراہیمی پر لبیک کہی اسے حج کی سعادت نصیب ہو گئی اور جتنی بار جس نے لبیک کہی اتنی بار وہ حج کرے گا -- انتہی (تفسیر ضیاء القرآن، جلد نمبر ۱، حاشیہ ۳۰)

مشکوٰۃ شریف میں کتاب الایمان فصل اول میں حدیث شریف ہے جو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے

و عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ و ان محمد اعبدہ و رسولہ و اقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ و الحج و صوم رمضان متفق علیہ --- مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۱۲)

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اسلام پانچ چیزوں پر قائم کیا گیا ہے اس کی گواہی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں -- اور نماز قائم کرنا --- اور زکوٰۃ دینا --- اور حج کرنا --- اور رمضان کے روزے رکھنا۔ روایت کیا اس حدیث مبارکہ کو بخاری شریف اور مسلم شریف نے۔

ان آیات کریمہ اور حدیث شریف سے حج کی فرضیت اور اہمیت اچھی طرح معلوم ہو گئی۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ عبادات تین قسم پر ہیں: بدنی، مالی، مرکب۔ بدنی عبادت میں نیابت جائز نہیں۔ جیسے نماز روزہ ہوا۔ مالی عبادت میں نیابت جائز ہے جیسے زکوٰۃ و صدقہ ہوا عبادت مرکب میں عندالعجز جائز ہے۔ ترمذی شریف میں ہے

عن الفضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان امرأۃ من خثعم قالت یا رسول اللہ ﷺ ان ابی ادرکتہ فریضہ اللہ فی الحج وھو شیخ کبیر لا یستطیع ان یستوی علی ظھرا البعیز قال حجی عنہ -- حدیث حسن صحیح

(ترمذی شریف، جلد اول، صفحہ ۱۱۲)

ترجمہ: روایت ہے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے خثعم قبیلے کی ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ!

میرے والد پر حج فرض ہو چکا ہے اور وہ ضعیف اور بوڑھا ہے وہ طاقت نہیں رکھتا کہ اونٹ کی پیٹھ پر بیٹھ سکے تو حضور ﷺ نے اس عورت کو فرمایا کہ اپنے والد کی طرف سے حج کرو۔

دوسری حدیث شریف ہے:

عن ابی رزین العقیلی انه اتی النبی ﷺ فقال یا رسول ان ابی شیخ کبیر لا یستطیع الحج ولا العمرة ولا الظعن قال حج عن ابیك و اعتمر -- قال ابو عیسیٰ هذا حدیث حسن صحیح (جلد اول ترمذی صحفه ۱۱۲).

ترجمہ: روایت ہے ابی رزین عقیلی سے کہ وہ آیا حضور ﷺ کے پاس پس کہا اس نے یا رسول اللہ ﷺ میرا والد بوڑھا ضعیف ہے وہ طاقت نہیں رکھتا حج کرنے کی اور نہ عمرہ کی اور نہ وہ اونٹ پر بیٹھنے کی طاقت رکھتا ہے۔ فرمایا حضور ﷺ نے کہ حج ادا کرو اپنے والد کی طرف سے اور عمرہ بھی -- ترمذی۔

وضاحت: ان احادیث شریف سے صاف ثابت ہوا کہ حضور ﷺ نے سائل سے یہ نہ پوچھا کہ تم نے خود حج کیا ہے اور نہ یہ فرمایا کہ تم پہلے خود حج کرو اور پھر والد کی طرف سے۔ مولوی صاحب نے دوران تقریر جس عورت کے بارے میں کہا کہ حضور ﷺ نے اسے فرمایا کہ تم پہلے خود حج ادا کرو پھر والد کی طرف سے اور یہ واقعہ حجۃ الوداع میں پیش آیا تو اسی حجۃ الوداع میں ایک عورت سے حضور ﷺ نے جو کچھ فرمایا تھا اسے بخاری نے نقل کیا ہے --- ملاحظہ ہو۔

عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال جاء امرء ة من خثعم عام حجة الوداع فقالت یا رسول الله ان فریضة الله علی عباده فی الحج ادرکت ابی شیخا کبیرا لا یستطیع ان یستوی علی الراحلة فهل یقضی عنه ان احج عنه قال نعم

(بخاری شریف، صفحه ۲۵۰، جلد ۱)

ترجمہ: روایت ہے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے سال خثعم قبیلے کی ایک عورت حضور ﷺ کے پاس آئی تو کہا اس نے یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج فرض کیا ہے تو اس نے پایا میرے بوڑھے والد کو یعنی میرے والد پر حج فرض ہو چکا ہے اور وہ اتنا

ضعیف ہے کہ اونٹ پر بیٹھ نہیں سکتا تو کیا اس کے طرف سے حج ادا ہو جائے گا اگر میں اس کی طرف سے حج ادا کروں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہاں یعنی تو اپنے والد کی طرف سے حج کر لے تو اس کی طرف سے ادا ہو جائے گا--- یہ ہے عورت کا واقعہ حجۃ الوداع میں جس کو احادیث کی متعدد کتابوں نے ذکر کیا ہے---- انتہی

اس حدیث شریف کے متصل باب حج المراۃ عن الرجل میں یہ حدیث شریف ہے

حدثنا عبداللہ بن مسلمة -الی ان- عن عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما - الخ (بخاری شریف ، جلد اول ، جز ۷ ، صفحه ۲۵۰)

ترجمہ :روایت ہے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرماتے ہیں کہ فضل حضور ﷺ کے ساتھ سواری پر سوار تھے کہ خثعم قبیلے کی ایک عورت حضور ﷺ کے پاس آئی تو فضل اس عورت کو دیکھتے تھے اور وہ عورت فضل کی طرف دیکھتی تھی تو حضور ﷺ نے فضل کا منہ دوسری طرف گھما دیا اس عورت نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے فریضہ نے میرے والد کو پایا یعنی اس پر حج فرض ہو چکا ہے اور وہ اتنا ضعیف و کمزور ہے کہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتا تو کیا میں اس کے طرف سے حج کروں تو حضور ﷺ نے فرمایا ہاں۔ و ذلك فی حجة الوداع ۔راوی فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے--- انتہی-- بخاری شریف)

مذکورہ بالا بخاری شریف کی دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ حجۃ الوداع میں حضور ﷺ نے آنے اور پوچھنے والی عورت کو والد کی طرف سے حج ادا کرنے کی اجازت دی تھی نہ کہ منع کیا تھا۔

اسی طرح اس حدیث شریف کو مسلم شریف نے بھی روایت کیا ہے۔

حدثنا یحییٰ بن یحییٰ -- الی ان -- عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما انه قال کان الفضل بن عباس ردیف رسول اللہ ﷺ فجاء ته امرأة من خثعم تستفتیه فجعل الفضل ینظر الیها و تنظر الیه فجعل رسول اللہ ﷺ یصرف وجه الفضل الی الشق الآخر قالت یا رسول اللہ ان فریضة اللہ علی عباده فی الحج ادرکت ابی شیخا کبیراً لا

يستطيع ان يثبت على الراحله افا حج عنه قال نعم و ذلك في حجة الوداع (مسلم شريف ، جلد نمبر ۱ ، صفحه ۴۳۱)

ترجمہ: روایت ہے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے کہا کہ فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور ﷺ کے ساتھ ایک سواری پر سوار تھے کہ آئی ایک عورت خثعم قبیلے کی حضور ﷺ کے پاس مسئلہ پوچھنے کے لئے پس تھے فضل کہ اس عورت کی طرف دیکھتے تھے اور تھی وہ عورت جو فضل کی طرف دیکھتی تھی تو حضور ﷺ نے فضل کا چہرہ دوسری طرف کو گھمادیا کہا اس عورت نے یارسول اللہ (ﷺ) اللہ کا فریضہ حج اپنے بندوں پر تو پایا اس نے میرے والد کو یعنی میرے والد پر حج فرض ہو چکا ہے اور وہ بہت بوڑھا اور ضعیف ہے یہاں تک کہ وہ سواری پر بیٹھنے کی طاقت بھی نہیں رکھتا تو کیا میں اس کی طرف سے حج ادا کروں، فرمایا حضور ﷺ نے ہاں اور یہ واقعہ حجتہ الوداع میں پیش آیا--- انتہی---

اس حدیث شریف سے متصل دوسری حدیث ہے جس کو علی بن خثعم نے روایت کیا اور جس میں یہی سوال اس عورت نے حضور ﷺ سے کیا تھا تو اسے حضور ﷺ نے فرمایا

فقال النبی ﷺ فحجي عنه (مسلم شريف جلد ۱ ، صفحه ۴۳۱)

یعنی حضور ﷺ نے اس عورت کو فرمایا کہ تم اپنے والد کی طرف سے حج ادا کرو۔

توضیح: ان تمام احادیث سے جو حج بدل کے بارے میں مروی ہیں اور حجتہ الواع سے متعلق ہیں ان میں کوئی ذکر کسی ایسی عورت کا نہیں جس کو حضور ﷺ نے حکم فرمایا ہو کہ تم پہلے خود حج کرو پھر والد کے لئے حج کرو بلکہ مولوی صاحب کی تقریر کے برعکس ان احادیث سے اثبات حج ثابت ہے نہ کہ حج کی نفی--- فافہم۔

ان احادیث شریف کے علاوہ مشکوۃ شریف میں پوری وضاحت کے ساتھ باب قصۃ حجۃ الوداع میں طویل حدیث شریف جس کو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کیا ہے کہیں کسی ایسی عورت کا تذکرہ نہیں جسے حضور ﷺ نے حج سے روکا ہو، خواہش مند وہاں

دیکھیں مشکوۃ شریف، کتاب المناسک، صفحہ ۲۲۲)

اس مسئلہ کی پوری وضاحت "هدایه" میں اس طرح تحریر ہے

الاصل فی هذا الباب ان الانسان له ان یجعل ثواب عمله لغیره صلوۃ او صوما او صدقة او غیرها عند اهل السنة والجماعة -- لما روی عن النبی ﷺ انه صحیٰ بکبشین املحین احدهما عن نفسه والآخر عن امته -- بطوله --- الخ

(هدایه اولین، باب الحج عن الغیر جلد نمبر ۱، صفحه ۲۷۶)

ترجمہ: اصل اس بارے میں یہ ہے کہ انسان کو شرعاً یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو ھبہ کر دے چاہے نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا اور کوئی عمل ہو اور یہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک ہے اس کے لئے دلیل وہ حدیث شریف ہے جو حضور ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے دو دنبے قربانی فرمائے ایک اپنی طرف سے اور دوسرا اپنی امت کی طرف سے۔

اسی ہدایہ میں اسی صفحہ پر تحریر ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:

اور عبادت کی کچھ اقسام ہیں۔ بعض عبادت محض مالی ہیں جیسے زکوۃ، صدقہ اور بعض عبادت محض بدنی ہیں جیسے نماز اور بعض عبادات مرکب ہیں جیسے حج۔ پہلی قسم میں نیابت صحیح ہے حالت اختیار میں بھی اور ضرورت میں بھی۔ اور دوسری قسم میں نیابت صحیح نہیں کسی حال میں بھی اور تیسری قسم میں نیابت صحیح عند العجز لیکن یہاں صاحب "هدایه" فرماتے ہیں

والعجز الدائم الی وقت الموت لان الحج فرض العمر -- و فی الحج النفل یجوز الا نابة حالة القدرة لان بابا النفل اوسع (هدایه اولین، جلد اول، صفحه ۲۷۷)

ترجمہ: فرضی حج میں صحت نیابت کے لئے شرط یہ ہے کہ عجز دائمی ہو یعنی موت تک اس کا عجز باقی اور حال رہے اس کے رفع ہونے کا کوئی امکان نہ ہو کیونکہ فرض حج ادا کرنے کے لئے پوری عمر وقت ہے جب پوری عمر میں عجز کے رفع ہونے کا کوئی امکان نہ ہو تو ایسے شخص کے لئے جائز ہے کہ نائب کے ذریعہ حج ادا کرلے اور نفلی حج میں عجز کی کوئی شرط نہیں، حالت صحت اور

قدرت میں بھی نیابت درست ہے -- انتہی ---

اسی طرح اس مسئلہ کی تفصیل مستخلص میں مذکور ہے

النیابة تجری فی العبادات المالیة عند العجز والقدرة و لم تجز فی البدنیته بحال و فی المرکب منهما تجری عند العجز فقط -- الخ (مستخلص جلد اول صفحه ۵۰۲)

ترجمہ: عجز اور قدرت دونوں صورتوں میں عبادات مالیہ میں نائب مقرر کرنا جائز ہے اور عبادات بدنیہ میں نائب مقرر کرنا کسی حال میں بھی جائز نہیں اور عبادات مرکبہ (جیسے حج) میں نائب مقرر کرنا جائز ہے عند العجز صرف اور عجز میں شرط یہ ہے کہ دائمی ہو یعنی ایسا عجز ہو کہ مرنے تک اس کے زائل ہونے کا امکان نہ ہو پس ظاہر روایت یہی ہے کہ ایسی حالت میں نائب اگر حج کرے گا تو منسوب کی طرف سے واقع ہو گا بوجہ احادیث صحیحہ کے جو مروی ہیں حضور ﷺ سے۔ قال النبی ﷺ لخثعمیة حجی عن ابیك واعتمری

اس عبارت پر حاشیہ نمبر ۶ میں ہے، وہی اسماء بنت عمیس زوجۃ جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مستخلص الحقائق جلد ۱، صفحہ ۵۰۴)

ترجمہ: فرمایا حضور ﷺ نے خثعمیہ کو کہ حج کروا اپنے والد کی طرف سے اور عمرہ بھی اور یہ عورت اسماء نام سے عمیس کی بیٹی اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن ابی طالب کی زوجہ تھیں۔

اس طرح مزید وضاحت کے ساتھ اس مسئلہ کو عینی نے اس طرح بیان کیا ہے

باب الحج عن الغیر -- النیابة تجری فی العبادات المالیة المحضة کالزکوٰة و العشور و الکفارات عندالعجز والقدرة -- و لم تجری النیابة فی العبادات البدنیة المحضة کالصلوٰة والصوم والاعتکاف -- و فی المرکب منهما ای من المالی والبدنی کالحج جری النیابة عند العجز فقط -- الخ

(عینی شرح الکنز، جلد اول صفحه ۳۸۸)

ترجمہ: یہ باب ہے دوسرے کی طرف سے حج کرنے کے بارے میں --- عبادات مالیہ میں

نائب مقرر کرنا جائز ہے جیسے زکوٰۃ عشر اور کفارات ہوئے، چاہے منسوب معذور ہو گیا یا صاحب قدرت اور عبادات بدینہ محضہ میں جیسے نماز روزہ اعتکاف ہوا، میں نائب مقرر کرنا کسی حال میں جائز نہیں اور عبادات مرکبہ جیسے حج ہوا، میں نائب مقرر کرنا صرف عجز کے وقت جائز ہے جبکہ وہ عجز دائمی ہو نہ کہ عارضی --- انتہی

"سنی بہشتی زیور" مولفہ مولانا مفتی محمد خلیل خان برکاتی دام فیضہ میں ہے

مسئلہ: حج بدنی اور مالی دونوں عبادتوں کا مجموعہ ہے جس پر حج فرض تھا اور معاذ اللہ بے کئے مر گیا ظاہر ہے کہ بدنی حصہ سے تو عاجز ہو گیا رب عزوجل کی رحمت ہے کہ صرف مالی حصہ سے اس کی طرف سے حج بدل قبول فرماتا ہے جبکہ وہ وصیت کر جائے اور رحمت پر رحمت یہ کہ وارث کا حج کرانا بھی قبول فرمالیا جاتا ہے اگر میت نے وصیت نہ کی ہو (سنی بہشتی زیور، حصہ سوم صفحہ ۳۵۳، بحوالہ فتاویٰ رضویہ)

مسئلہ: زندگی میں جو کوئی حج بدل عجز و مجبوری کی وجہ سے کرائے اس حج کی صحت کے لئے شرط ہے کہ وہ مجبوری آخری عمر تک باقی رہے (فتاویٰ رضویہ)

مسئلہ: بہتر یہ ہے کہ حج بدل کے لئے ایسا شخص بھیجا جائے جو خود حج فرض ادا کر چکا ہو اور حج طریقے اور اس کے افعال سے آگاہ ہو اور اگر ایسے شخص کو بھیجا جس نے خود حج نہیں کیا ہے تب بھی حج بدل ہو جائے گا اور اگر خود اس پر حج فرض ہو اور ادا نہ کیا ہو اسے بھیجنا مکروہ تحریمی ہے اور مراہق یعنی قریب البلوغ بچہ سے حج کرایا جب بھی ادا ہو جائے گا (سنی بہشتی زیور، حصہ سوم صفحہ ۳۵۳، بحوالہ در مختار، عالمگیری)

"بہار شریعت" میں ہے

حدیث شریف نمبر ا ترجمہ: دار قطنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اپنے والدین کی طرف سے حج کرے یا ان کی طرف سے حج کرائے یا ان کی طرف سے تاوان ادا کرے روز قیامت ابرار کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

حدیث نمبر ۲ ترجمہ : نیز حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے تو ان کا حج پورا کر دیا جائے گا اور اس کے لئے دس حج کا ثواب ہے۔

حدیث شریف نمبر ۳ ترجمہ : نیز زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی اپنے والدین کی طرف ے حج کرے گا تو مقبول ہو گا، ان کی روحیں خوش ہوں گی اور یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نیکو کار لکھا جائے گا۔

حدیث شریف نمبر ۴ ترجمہ : ابو حفص کبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہم مُردوں کی طرف سے صدقہ کرتے اور ان کی طرف سے حج کرتے اور ان کے لئے دعا کرتے ہیں، آیا یہ ان کو پہنچتا ہے؟ فرمایا ہاں بیشک ان کو پہنچتا ہے اور بیشک وہ اس سے خوش ہوتے ہیں جیسے تمہارے پاس طبق میں کوئی چیز ہدیہ کی جائے تو تم خوش ہوتے ہو۔

حدیث شریف نمبر ۵ ترجمہ : صحیحین (بخاری و مسلم) میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک عورت نے عرض کی کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے باپ پر حج فرض ہے اور وہ بہت بوڑھے ہیں کہ سواری پر بھی نہیں بیٹھ سکتے کیا میں ان کی طرف سے حج کروں، فرمایا ہاں۔

حدیث نمبر ۶ ترجمہ : ابو داؤد و ترمذی و نسائی ابی رزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے باپ بہت بوڑھے ہیں، حج و عمرہ ادا نہیں کر سکتے اور ہودج پر بھی نہیں بیٹھ سکتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے باپ کی طرف سے حج و عمرہ کرو۔ (بہار شریعت، جلد اول حصہ ششم صفحہ ۱۲۳)

مسئلہ : بہتر یہ ہے کہ حج بدل کے لئے ایسا شخص بھیجا جائے جو خود حجۃ الاسلام (حج فرض) ادا کر

چکا ہو اور اگر ایسے شخص کو بھیجا جس نے خود حج نہیں کیا ہے جب بھی حج بدل ہو جائے گا۔ (حوالہ عالمگیری) اور اگر خود اس پر حج فرض ہو اور ادا نہ کیا ہو تو اسے بھیجنا مکروہ تحریمی ہے (بہار شریعت جلد اول حصہ ششم صفحہ ۱۲۵)

"فتاویٰ برطانیہ" میں ہے

سوال: جس شخص کو حج بدل کے لئے بھیجا جا رہا ہے کیا اس نے پہلے اپنا فرض حج کیا ہو تو پھر وہی حج بدل کر سکتا ہے یا کہ ویسے بھی حج بدل کر سکتا ہے

الجواب: بہتر اور افضل یہ ہے کہ حج بدل وہ کرے جس نے پہلے حج کیا ہو اگر ایسے شخص کو حج بدل کے لئے بھیجا جس نے خود حج فرض ادا نہیں کیا تو پھر بھی حج بدل ہو جائے گا۔ فقہائے کرام فرماتے ہیں

والافضل للانسان اذا اراد ان یحج رجلا عن نفسه ان یحج رجلا قد حج عن نفسه و مع هذا لواحج رجلا لم یحج عن نفسه حجة الاسلام یجوز عندنا و سقط بن الآمر کذا فی المحیط و فتاوی عالمگیری صفحه ۲۷۴ ، و فتاوی جماعتیه جلد ۲ صفحه ۳۲۵.

بہر کیف صورت مسئلہ میں اگر ایسے شخص کو بھیجا گیا جس نے خود حج فرض نہ کیا ہو تب بھی حج بدل ادا ہو جائے گا --- انتہی۔ (فتاویٰ برطانیہ، کتاب الحج صفحہ ۲۳۹)

خلاصہ یہ کہ ان تمام آیات قرآنی واحادیث نبوی ﷺ اور کتب فقہ کے حوالوں سے حج کی فرضیت واہمیت واضح ہو گئی اور بخاری و مسلم شریف کی احادیث سے ثابت ہوا کہ حجۃ الوداع میں حضور ﷺ نے کسی عورت کو حج بدل سے روکا نہیں بلکہ اسے اجازت عنایت فرمائی اور وہ ہی احادیث ہیں جو حجۃ الوداع سے متعلق ہیں نیز کتب فقہ کے حوالوں سے بھی مسئلہ کی اچھی طرح وضاحت ہو گئی۔ لہٰذا حج بدل کے لئے ایسے شخص کو بھیجنا جس نے خود حج نہ کیا ہو شرعاً جائز ہے۔ مولوی صاحب کو بہ یک جنبش قلم ایسا فتویٰ صادر کرنا کہ جس نے خود حج نہ کیا ہو اس کو بھیجنے سے حج بالکل ادا نہ ہو گا تو یہ درست نہیں --

واللہ اعلم